DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

اپریل ۲۰۲۵

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد: 65 شمارہ: 04

IRSA
IRSA
INDUS RIVER SYSTEM AUTHORITY

اپریل ۲۰۲۵ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات و نشریات کا جریدہ

جلد:65 شمارہ:04

	ادار یہ		۵
۱۔	پاکستان کے چین اور امریکہ سے سفارتی تعلقات	اکرام بخاری	۶
۲۔	امریکی ٹیرف اور وزیر اعظم کی حکمت عملی	رباب زہرا	۱۴
۳۔	بلوچستان کے مسئلے کا حل کیا ہے؛ بلوچ علیحدگی پسند تحریک سے کیسے نمٹا جائے؟	از عمر دو آبیہ	۲۱
۴۔	پاکستان اور آبی تنازعات	ثناء مقدس	۲۸
۵۔	استقامت: مشکل وقت کی تدابیر	عاصمہ ناہید	۳۳

نگرانِ اعلیٰ: عمرانہ وزیر
نگران: ثمینہ فرزین
مینجنگ ایڈیٹر: شبیہہ عباس

چیف ایڈیٹر: ماریہ رشید ملک
ایڈیٹر: مائرہ جاوید

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ: 042-99333909
مدیر: 042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور میگزین ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

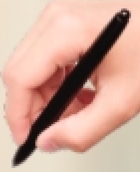

اداریہ

پاکستان نے ماضی میں کئی چیلنجز کا سامنا کیا ہے اور ہر بار بخیریت ان سے نکل آیا ہے۔ حال ہی میں بلوچستان کا معاملہ اٹھا،لیکن اسے احسن طریقے سے سنبھال لیا گیا اور حالات دوبارہ معمول پر آ گئے۔ داخلی محاذ پر وفاق اور صوبائی حکومت کے درمیان نہری نظام کے مسئلے پر اختلافات دیکھنے میں آئے، لیکن امید ہے کہ یہ معاملہ بھی خوش اسلوبی سے حل ہو جائے گا۔

ایسے ماحول میں، جہاں اعصاب پر دباؤ رہتا ہے، انسانوں کو ذہنی تناؤ سے نجات کے لیے کسی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس حوالے سے معالجین اور ڈاکٹروں نے مختلف طریقہ علاج متعارف کروائے ہیں جن کا مطالعہ لازمی ہونا چاہیے۔

بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی کو ازسرنو ترتیب دینا پڑا اور چین اور امریکہ کے ساتھ تعلقات میں نازک توازن قائم کرنا پڑا۔ دوسری جانب، امریکہ کو دنیا کے فورمز پر بھاری محصولات عائد کرنے کے بعد مشکل صورت حال کا سامنا ہے۔ ایسے میں ہمارے وزیراعظم نے بہت دانشمندانہ حکمت عملی اپنائی ہے تاکہ اس صورت حال سے مؤثر طریقے سے نمٹا جا سکے۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

پاکستان کے چین اور امریکہ سے سفارتی تعلقات

اکرام بخاری

مصنف ایک صحافی ہیں۔ نجی میڈیا گروپ کے ایڈیٹر اور ریڈیو پاکستان کے میزبان بھی ہیں

بین الاقوامی سیاست کے پیچیدہ اور بدلتے ہوئے منظرنامے میں، پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی کو ایک نئے رخ پر استوار کیا ہے۔ اکثر سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا پاکستان چین کے تئیں اپنی بڑھتی ہوئی وابستگی کی بنا پر امریکہ کو نظرانداز کر رہا ہے یا یہ ایک محتاط اور حکمت عملی کا انتخاب ہے؟ یہ مضمون پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مختلف پہلوؤں کا جامع تجزیہ پیش کرتا ہے، جس میں تاریخی پس منظر، اقتصادی اور سلامتی مفادات، علاقائی استحکام، اور عالمی سیاست کی کثیرالازمدگی کے تناظر میں ہمارے تعلقات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی جڑیں تاریخ کے ان پیچیدہ مراحل میں پیوست ہیں جن میں سرد جنگ، علاقائی تنازعات اور عالمی طاقتوں کی ٹکراو شامل رہی ہے۔ ابتدائی دور میں امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات نے پاکستان کو نہ صرف عسکری اور اقتصادی امداد فراہم کی بلکہ بین الاقوامی سیاست میں ایک اہم کردار ادا کرنے میں بھی معاونت کی۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ یہ رشتہ متنوع پیچیدگیوں کا شکار ہوا۔ امریکی خارجہ پالیسی میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں اور سیاسی حالات کی بنیاد پر ہونے والی مفادات کی ترتیب نے پاکستان کو ایسے فیصلے کرنے پر مجبور کیا جن سے ہمارے قومی مفادات کو مزید تحفظ مل سکے۔

اسی دور میں چین کے ساتھ تعلقات ایک نئے اور متحرک زاویے سے ابھر کر سامنے آئے۔ چین کا عروج اور اس کی اقتصادی ترقی نے پاکستان کو ایک ایسے شریک حریف کی شکل میں متعارف کرایا جس کے نظریات اور اصول ہماری خودمختاری اور علاقائی استحکام کے نظریات سے میل کھاتے تھے۔ چین کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر، ہم نے اقتصادی ترقی، انفراسٹرکچر کی بہتری اور علاقائی سلامتی میں نئی راہیں تلاش کیں، جو

کہ ہمارے قومی مفادات کے حق میں ثابت ہوئیں۔

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک کے طور پر اقتصادی بہتری اور خوشحالی کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں چین کا کردار نا قابل انکار ہے۔ "چین پاکستان اقتصادی راہداری" (CPEC) جیسے بڑے منصوبوں نے نہ صرف ہمارے ملک کی بنیادی ڈھانچے میں بہتری لائی ہے بلکہ علاقائی ترقی، روزگار کے مواقع اور اقتصادی انضمام کے نئے در کھولے ہیں۔ یہ منصوبے پاکستان کے مختلف علاقوں میں ترقی کی نئی لہریں متعارف کراتے ہیں جو مقامی آبادی کی زندگی میں بہتری اور اقتصادی خود انحصاری کے لیے ایک اہم قدم ہیں۔

سلامتی اور دفاعی مفادات

> **پاکستان ایک ترقی پذیر ملک کے طور پر اقتصادی بہتری اور خوشحالی کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں چین کا کردار نا قابل انکار ہے۔ "چین پاکستان اقتصادی راہداری" (CPEC) جیسے بڑے منصوبوں نے نہ صرف ہمارے ملک کی بنیادی ڈھانچے میں بہتری لائی ہے۔**

پاکستان کی جغرافیائی پوزیشن اسے علاقائی تنازعات اور عالمی سیاسی کشمکش کا ایک اہم مرکز بناتی ہے۔ ہمارے قومی سلامتی کے مفادات کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط اور قابل اعتماد دفاعی شراکت داری ناگزیر ہے۔ چین نہ صرف ایک اقتصادی طاقت ہے بلکہ ایک ایسی عالمی قوت بھی ہے جس کا خارجہ نظریہ ہمارے قومی دفاعی مفادات کے عین مطابق ہے۔ چین کی طرف سے فراہم کردہ دفاعی تعاون اور سلامتی کے وعدے نے پاکستان کو ایسے عالمی اور علاقائی چیلنجز کا مقابلہ کرنے میں مدد دی ہے جو کہ متواتر بدلتے ہوئے عالمی منظرنامے میں درپیش ہیں۔

امریکہ کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ ایک پیچیدگی رہی ہے۔ اگرچہ امریکہ نے کئی مواقع پر پاکستان کی مدد کی ہے، مگر اس کے تعلقات میں موجود شرطیں اور وقتی سیاسی مفادات نے پاکستان کو اکثر ایسے فیصلے کرنے پر مجبور کیا جن سے ہمارے قومی مفادات متاثر ہوئے ہیں۔ امریکی خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں اور غیر متوقع ردعمل نے ہمیں یہ سکھایا کہ ایک ایسا نظام جو صرف وقتی امداد اور مفادات پر مبنی ہو، طویل مدتی استحکام فراہم نہیں کر سکتا۔ ایسے میں پاکستان نے چین کو ایک ایسے شریک حریف کے طور پر دیکھا جو ہمارے ساتھ طویل مدتی اور استحکام پر مبنی تعلقات قائم کر سکتا ہے۔

چین کا بین الاقوامی تعلقات میں غیر مداخلتی اصول اور باہمی احترام کا نظریہ پاکستان کے قومی مفادات سے ہم آہنگ ہے۔ چین اپنی خارجہ پالیسی میں ہر ملک کی خودمختاری اور اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کے اصول پر عمل کرتا ہے، جو کہ ہمارے لیے انتہائی اہم ہے۔ چین کے ساتھ تعلقات کا مقصد نہ صرف اقتصادی ترقی اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری ہے بلکہ ایک ایسے دفاعی اور سلامتی اتحاد کا قیام بھی ہے جو

عالمی سطح پر مستحکم اور دیرپا ہو۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری کے منصوبے نے پاکستان کی اقتصادی ترقی کو نئی جہتیں فراہم کی ہیں۔ یہ منصوبہ ہمارے ملک کے ان علاقوں کو ترقی کے دائرے میں شامل کر رہا ہے جہاں بنیادی ڈھانچے کی کمی اور اقتصادی پسماندگی ایک اہم مسئلہ رہی ہے۔ CPEC کے تحت نہ صرف نئے سڑکوں، پلوں اور توانائی کے منصوبوں کی تعمیر ہو رہی ہے بلکہ ان منصوبوں سے ملکی اور علاقائی سطح پر سرمایہ کاری کے نئے مواقع بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف روزگار کے مواقع بڑھ رہے ہیں بلکہ مقامی صنعتوں کو بھی فروغ مل رہا ہے، جس سے پاکستان کی مجموعی اقتصادی حالت میں بہتری آ رہی ہے۔

چین کے ساتھ ہمارے دفاعی تعلقات نے پاکستان کو نہ صرف سلامتی کی ضمانت دی ہے بلکہ علاقائی استحکام میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ چین کے ساتھ ہونے والا دفاعی تعاون پاکستان کو ایسے عالمی اور علاقائی خطرات کا مقابلہ کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے جن کا سامنا دیگر ممالک کو بھی ہے۔ اس شراکت داری نے ہمیں اپنے دفاعی نظام کو جدید بنانے اور سلامتی کے نئے معیارات کو اپنانے کا موقع فراہم کیا ہے، جس سے ہمارے قومی مفادات مزید مضبوط ہوئے ہیں۔

آج کا عالمی نظام ایک قطبی یا یک قطبی نظام سے کہیں زیادہ کثیر الازمدہ ہو چکا ہے، جہاں مختلف عالمی طاقتیں اور علاقائی قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ پیچیدہ تعلقات قائم کرتی ہیں۔ اس نئے نظام میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد توازن قائم رکھنا اور اپنی حکمت عملی کو

متنوع بنانا ہے۔ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی ایک عالمی قوت کے ساتھ مکمل وابستگی سے نہ صرف ہماری خودمختاری کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے بلکہ ہمارے دفاعی اوراقتصادی مفادات بھی متاثر ہوسکتے ہیں۔

چین کے ساتھ تعلقات کا مقصد نہ صرف اقتصادی ترقی اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری ہے بلکہ ایک ایسے دفاعی اور سلامتی اتحاد کا قیام بھی ہے جو عالمی سطح پر مستحکم اور دیرپا ہو۔

پاکستان کا امریکی تعلقات سے کوئی تعلق ٹوٹنے والانہیں ہے، بلکہ اسے ایک نئے اور متوازن انداز میں جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ہم اپنے تمام عالمی اور علاقائی شراکت داروں کے ساتھ مل کر ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں ہر ملک کے مفادات کا خیال رکھا جائے۔امریکہ کے ساتھ تجارتی، تعلیمی اور ثقافتی تعلقات برقرار ہیں اور مستقبل میں ان تعلقات کو مزید فروغ دینے کی کوشش کی جائے گی۔تاہم، ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ امریکہ کے ساتھ تعلقات کو صرف وقتی امداد یا سیاسی شرطوں کی بنیاد پر استوار نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمیں اپنی خارجہ پالیسی کو وسیع اور خودمختار رکھنا ہوگا۔

پاکستان میں عوامی توقعات اور قومی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ ہر فیصلہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہمارا اولین مقصد ملک کی سلامتی، اقتصادی ترقی اور عوام کی خوشحالی ہے۔عوام کے تجربات اور تاریخی حقائق نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ کسی بھی خارجی طاقت کے زیر اثر رہ کر اپنی خودمختاری کو نقصان پہنچانا درست نہیں ہے۔اسی لیے چین کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرتے ہوئے ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ ہمارے قومی مفادات ہمیشہ اولین ترجیح میں رہیں۔

بہت عرصے تک پاکستان پر بیرونی طاقتوں کی مداخلت نے ہماری قومی خودمختاری کو متاثر کیا ہے۔اس تاریخی تجربے نے ہمیں یہ سکھایا کہ کسی بھی خارجی طاقت کے زیر اثر رہ کر اپنی داخلی پالیسیوں کو ڈھالنا ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔چین کے ساتھ تعلقات قائم کرتے وقت ہم نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہماری خودمختاری کا احترام کیا جائے اور کسی بھی خارجی مداخلت کی گنجائش نہ ہو۔ یہ ہماری خارجہ پالیسی کی بنیادی ترجیح ہے کہ ہم اپنے قومی فیصلوں کو آزادانہ اور خوداراد یت کی بنیاد پر کریں۔

کچھ حلقوں میں یہ تنقید کی جاتی ہے کہ پاکستان چین کے قریب ہو کر امریکہ کو نظرانداز کر رہا ہے اور اس سے ایک غلط فیصلہ برپا ہوگا۔ تاہم، بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تنقید کا محض سادہ تجزیہ کرنا درست نہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی ایک جامع اور حکمت عملی پر مبنی فیصلہ ہے جس میں تاریخی تجربات، قومی مفادات اور عالمی سیاست کی کثیر الازمدگی شامل ہے۔ یہ فیصلہ کسی ایک ملک کی طرف جھکاؤ نہیں بلکہ ایک متوازن رویہ ہے جس کا مقصد پاکستان کی سلامتی اور اقتصادی استحکام کو فروغ دینا ہے۔

اگرچہ امریکہ ایک عالمی طاقت ہے اور اس کے پاس وسیع وسائل موجود ہیں، مگر اس کی خارجہ پالیسی اکثر ملکی سیاسی مفادات اور وقتی ترجیحات پر مبنی ہوتی ہے۔امریکہ کے ساتھ تعلقات میں جو غیر یقینی صورتحال اور شرطیں سامنے آتی ہیں، ان کا مقابلہ کرتے ہوئے چین کا استحکام

اور غیر مداخلتی رویہ ہمارے لیے زیادہ قابل قبول ثابت ہوا ہے۔ چین نے ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری کا احترام کیا ہے اور اس نے ہماری داخلی پالیسیوں میں مداخلت سے گریز کیا ہے، جو کہ ہمارے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ پاکستان کا خارجہ پالیسی کسی ایک عالمی طاقت کے تابع نہیں ہوسکتی بلکہ اسے متعدد تعلقات اور شراکت داریوں پر مبنی ہونا چاہیے۔ یہ متوازن رویہ ہمیں نہ صرف اقتصادی ترقی کے مواقع فراہم کرتا ہے بلکہ دفاعی اور سلامتی کے چیلنجز سے نمٹنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ امریکہ کے ساتھ جاری تعلقات کو مکمل طور پر منقطع کرنا نہ صرف غیر عملی ہے بلکہ عالمی سیاست کی کثیر الازمدگی کے پیشِ نظر ایک غیر دانشمندانہ فیصلہ بھی ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم دونوں عالمی طاقتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی خارجہ پالیسی کو وسیع تر اور جامع بنائیں تاکہ پاکستان بین الاقوامی سطح پر ایک معتبر اور مضبوط حیثیت رکھ سکے۔

آنے والے دور میں عالمی سیاست میں نہ صرف اقتصادی اور دفاعی بلکہ ٹیکنالوجیکل اور ماحولیاتی چیلنجز بھی بڑھیں گے۔ ایسے میں پاکستان کو ایک ایسی خارجہ پالیسی اپنانے کی ضرورت ہے جو نہ صرف موجودہ مسائل سے نمٹ سکے بلکہ مستقبل کے نئے چیلنجز کے لیے بھی تیار ہو۔ چین کے ساتھ تعلقات نے ہمیں ایک مضبوط اقتصادی اور دفاعی بنیاد فراہم کی ہے جس پر ہم مزید ترقی اور استحکام کی تعمیر کرسکتے ہیں۔ تاہم، یہ بات بھی ضروری ہے کہ ہم امریکہ اور دیگر عالمی شراکت داروں کے ساتھ رابطہ جاری رکھیں تاکہ بین الاقوامی سطح پر ہم اپنے قومی مفادات کا تحفظ کرسکیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم ستون مختلف عالمی شراکت داریوں کا فروغ ہے۔ ہم نے یہ سیکھا ہے کہ صرف ایک ملک پر انحصار کرنا طویل مدتی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہماری ترجیح یہ ہے کہ ہم اپنے تعلقات کو وسیع تر بنائیں اور مختلف ممالک سے اقتصادی، دفاعی اور تکنیکی تعاون حاصل کریں۔ اس نقطہ نظر سے چین کے ساتھ ہمارے مضبوط تعلقات ایک مثال ہیں، مگر ہم امریکہ، یورپی یونین اور دیگر اہم عالمی طاقتوں کے ساتھ بھی تعمیری رابطے قائم کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔

قومی ترقی اور خارجہ پالیسی کا میل

پاکستان میں جاری ترقیاتی منصوبے، خاص طور پر بنیادی ڈھانچے کی بہتری اور توانائی کے شعبے میں ہونے والی سرمایہ کاری، ہماری خارجہ پالیسی کا ایک اہم جزو ہیں۔ CPEC جیسے منصوبے نہ صرف ملکی معیشت کو مضبوط بنا رہے ہیں بلکہ ہمارے لوگوں کی روزمرہ زندگی میں بہتری بھی لا رہے ہیں۔ ایسے میں ایک متوازن خارجہ پالیسی کی ضرورت ہے جو بین الاقوامی شراکت داریوں کے ذریعے ہمیں مالی اور تکنیکی معاونت فراہم کرے، تاکہ ہم اپنی ترقی کی رفتار کو برقرار رکھ سکیں اور علاقائی استحکام کو فروغ دے سکیں۔

پاکستان نے اپنی تاریخی تجربات اور موجودہ عالمی منظرنامے کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے لیے سب سے اہم چیز ہماری قومی خودمختاری، اقتصادی ترقی اور علاقائی سلامتی ہے۔ ہم نے یہ سیکھا ہے کہ کسی ایک ملک کے ساتھ شدید وابستگی ہمیں عالمی سیاست کی کثیرالازمہ حقیقتوں کے سامنے کمزور کرسکتی ہے۔ اسی لیے ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد متوازن تعلقات قائم کرنا ہے، تاکہ ہم اپنے قومی مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے دنیا بھر کے اہم شراکت داروں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

آئندہ کے چیلنجز چاہے وہ اقتصادی ہو یا دفاعی یا تکنیکی ہمیں ایک ایسی خارجہ پالیسی اپنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو نہ صرف موجودہ صورتحال کا مقابلہ کر سکے بلکہ مستقبل کے نئے مواقع اور چیلنجز کو بھی مدنظر رکھے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا یہ نیا نقشہ ہمیں ایک مضبوط اور خودمختار مستقبل کی جانب لے جا رہا ہے جہاں ہم اپنی آزادانہ پالیسی اور عالمی شراکت داریوں کے ذریعے اپنے قومی مفادات کو فروغ دیں گے۔

آخرکار، پاکستان کا خارجی راستہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہمارا انتخاب کسی ایک عالمی طاقت کے تابع ہونے کا نہیں بلکہ ایک ایسے نظام کا ہے جو ملکی سلامتی، اقتصادی ترقی اور عوامی خوشحالی کو اولین ترجیح دیتا ہے۔ ہمارے فیصلے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی قومی خودمختاری کو برقرار رکھتے ہوئے ایک مضبوط، مستحکم اور باعزت پاکستان کی تشکیل کریں، جہاں ہر شہری کو ترقی اور خوشحالی کے مواقع میسر ہوں۔

موجود توازن اور متنوع تعلقات ہی ہمارے مستقبل کی ضمانت ہیں۔ یہ ایک حکمت عملی ہے کہ ہم دونوں اہم عالمی طاقتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی ترقی کو یقینی بنائیں۔ چین کے ساتھ ہمارے مضبوط تعلقات نے ہمیں ایک نیا ولولہ دیا ہے اور ہمارے قومی مفادات کو تحفظ فراہم کیا

ہے، جبکہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے ساتھ جاری رابطے ہمیں عالمی سطح پر ایک متوازن اور مضبوط موقف اپنانے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی ایک جامع حکمت عملی ہے جس کا مقصد نہ صرف موجودہ عالمی منظرنامے میں اپنے مفادات کا تحفظ کرنا ہے بلکہ مستقبل کے نئے چیلنجز اور مواقع کو بھی مدنظر رکھنا ہے۔ ہمارے فیصلے تاریخی تجربات، موجودہ حالات اور مستقبل کے وژن کا ایک مجموعہ ہیں، جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ پاکستان ہمیشہ اپنے قومی مفادات اور عوامی خوشحالی کو اولین ترجیح دیتا آیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا یہ عزم، کہ ہم اپنے تعلقات کو متوازن رکھ کر اپنی خودمختاری اور ترقی کو فروغ دیں گے، نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر بھی ایک مثبت مثال قائم کرے گا۔ ہماری خارجہ پالیسی کا یہ نیا دور ایک مضبوط اور خودمختار پاکستان کی تعمیر کی جانب ایک اہم قدم ہے، جس میں ہم عالمی سیاست کے پیچیدہ چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو روشن کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔

آخر میں، یہ کہنا مناسب ہوگا کہ پاکستان کا خارجی راستہ کسی بھی غلطی کا مظہر نہیں بلکہ ایک مدبرانہ انتخاب ہے۔ یہ انتخاب ہمارے قومی مفادات، عوامی خوشحالی اور ملکی خودمختاری کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ ہم اپنی حکمت عملی کے ذریعے نہ صرف ملکی ترقی کو یقینی بنا رہے ہیں بلکہ علاقائی اور عالمی سطح پر بھی ایک مثبت اور استحکام بخش کردار ادا کر رہے ہیں۔

امریکی ٹیرف اور وزیر اعظم کی حکمت عملی

رباب زہرا

مصنفہ ملکی اور بین الاقوامی امن اور احترام انسانیت کے حوالے سے مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھتی ہیں

امریکی صدر ٹرمپ نے معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے جو کچھ کیا اس پر پوری دنیا حیران ہے اور تنقید کی جا رہی ہے لیکن یہ توقعات کے برعکس ہرگز نہیں، ایسا لگتا ہے ٹیرف وار کا مقصد بڑا کاروباری ہدف عوامی جمہوریہ چین ہے۔ ٹرمپ کاروباری دنیا کے ایک بڑے نام ہیں اس لیے الیکشن سے پہلے ہی انہوں نے مختلف مقامات پر اپنے پالیسی کا اظہار کر دیا تھا ٹرمپ کی پالیسی میں جارحانہ پن موجود ہے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں اور کسی بھی وقت فیصلہ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جسے عرف عام میں، یوٹرن، کہا جاتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس فیصلے نے عالمی معیشت بٹھا دی، چین، جاپان، سنگاپور، سعودی عرب سے پاکستان تک اسٹاک مارکیٹوں کو کھربوں روپے کا نقصان ہوا۔ ردعمل میں امریکہ اور یورپ سے بھی اس فیصلے کو چیلنج کیا گیا لیکن صدر ٹرمپ نے بھی پیغام دے دیا، گھبرانا نہیں، امریکی شہری صبر کریں میں نے جو کچھ کیا وہ امریکن کی بہتری کے لیے ہے مثبت نتائج نکلیں گے۔ جبکہ عوامی جمہوریہ چین نے سخت موقف اپناتے ہوئے دھمکی دے دی کہ امریکہ کی معاشی اقدامات کا جواب اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ضرور دیں گے کیونکہ ٹیرف کا بے جا استعمال جائز حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ اس تجارتی جنگ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر کے اعتبار سے سب سے کم بھارت پر ۲۶ فیصد ٹیرف لگایا گیا۔ پاکستان پر ۲۹ فیصد جبکہ بنگلہ دیش پر ۳۷ فیصد، پاکستان نے تمام تر صورتحال کے باوجود وزیراعظم شہباز شریف اور نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ اسحاق ڈار کی مشاورت سے امریکی ٹیرف کا مقابلہ کرنے کی تیاری کا فیصلہ کیا جس کا مقصد ٹیرف کی عالمی لڑائی میں احتیاط کی پالیسی ہے۔ اس لیے حکومت نے ۵۰ بڑے امپورٹرز، ایکسپورٹرز کے تعاون سے فوری

طور پر ایک ورکنگ گروپ سٹیرنگ کمیٹی بھی تشکیل دے دی حالانکہ دنیا کے سخت ردعمل میں کچھ ممالک نے امریکہ پر جوابی ٹیرف بھی لاگو کر دیا وفاقی وزیر خزانہ محمد اورنگزیب نے ایک اعلیٰ اختیاراتی وفد واشنگٹن بھیجنے کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے۔ پاکستان اپنی جامع ٹیرف پالیسی مرتب کر کے امریکی حکام سے بات چیت کرے گا یقیناً حالات کے مطابق یہ حکمت عملی بہترین ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے معاملات کو سمجھیں۔ واشنگٹن اور اسلام آباد کے لیے حقائق پر مبنی حل ڈھونڈیں اس فیصلے میں حکومتی انداز مثبت ہے لہذا توقعات ہیں کہ پاکستان اس بحران میں بھی بہتر انداز سے نمٹنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ امریکی صدر کا دعویٰ ہے کہ یہ اقتصادی انقلاب ہے۔ہم یہ تجارتی جنگ پہلے سے زیادہ روزگار اور کاروبار واپس لا کر جیتیں گے۔ہم مزید بے وقوف نہیں بنیں گے۔ وائٹ ہاؤس کے ترجمان کا بھی دعویٰ ہے کہ ٹیرف اقدامات پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا جبکہ ماہرین اقتصادیات ٹیرف پالیسی پر حیران ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ ٹرمپ کی اس ٹیرف پالیسی سے معیشت کی بہتری کی بجائے مسائل پیدا ہوں گے۔ دنیا بھر میں ٹیرف بم پر سینکڑوں شہروں میں احتجاجی مظاہرے کیے جا رہے ہیں جن میں

اس تجارتی جنگ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر کے اعتبار سے سب سے کم بھارت پر ۲۶ فیصد ٹیرف لگایا گیا۔ پاکستان پر ۲۹ فیصد جبکہ بنگلہ دیش پر ۳۷ فیصد، پاکستان نے تمام تر صورتحال کے باوجود وزیراعظم شہباز شریف اور نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ اسحاق ڈار کی مشاورت سے امریکی ٹیرف کا مقابلہ کرنے کی تیاری کا فیصلہ کیا جس کا مقصد ٹیرف کی عالمی لڑائی میں احتیاط کی پالیسی ہے۔

واشنگٹن سمیت تمام امریکی ریاستیں بھی شامل ہیں لیکن امریکی صدر ٹرمپ اس صورتحال میں کامیاب تاجر کی طرح مطمئن ہیں۔ان کا یہ دعویٰ بھی سامنے آیا ہے کہ کئی ممالک ،،ٹیرف ڈیل،، کے لیے مرے جا رہے ہیں ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں پھر بھی چین نے جوابی ٹیرف لگا کر تجارتی جنگ کو تیز کرنے کا پیغام دیا ہے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ بالکل اسی طرح کے دعوے عوامی جمہوریہ چین نے بھی کیے ہیں کہ ہم امریکہ کا ہر حال میں مقابلہ کریں گے نہ ڈریں گے اور نہ ہی ہمیں کوئی خوف ہے امریکہ نے اگر صورتحال کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو ہم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اصول دنیا ہے کہ طاقتوروں نے ہمیشہ کمزوروں پر ایسا وار کیا کہ ان کی کمر کبھی سیدھی نہیں ہو پائی لہذا دور جدید میں بھی صدر ٹرمپ نے ایک مرتبہ پھر ۲۰۲۵ میں پرانا نسخہ نئے انداز میں آزما کر کاروباری دنیا میں ہلچل پیدا کر دی ہے۔ بظاہر یہ نعرہ امریکہ فسٹ ہے لیکن ٹیرف کی جنگ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جنگ اسلحہ و بارود میزائل اور جدید آلات حرب وضرب سے نہیں۔ یہ معاشی میدان میں بھی ہو سکتی ہے، اس نے دنیا کو یہ یاد کرانے کی کوشش کی ہے کہ فری مارکیٹ محض کتابی ڈھونگ ہے حقیقت یہی ہے کہ طاقتور ملک اپنے قوانین خود بناتے ہیں دنیا صرف اثرات سمیٹتی ہے۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ عوامی جمہوریہ چین پر بھاری ڈیوٹی، یورپی گاڑیوں پر اضافی ڈیوٹی اور ترقی پذیر ممالک سے درآمدات کی نئی شرائط محض پذیرائی کے لیے نہیں بلکہ اقتصادی توازن کو یکطرفہ بنانے کی ایک جارحانہ کوشش ہے۔ دوران الیکشن مہم صدر ٹرمپ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ امریکی صنعت و تجارت کو ایک مرتبہ پھر نئی زندگی دیں گے پہلے امریکہ چینی مصنوعات

پر ۹۰ فیصد ٹیرف لگانا تھا لیکن اب تو ۱۲۵ سے ۱۴۵ تک کے ٹیرف اضافے نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے عوامی جمہوریہ چین دنیا کی ایک بڑی اقتصادی پاور ہے اس نے امریکی چال پر نہ صرف جوابی انداز میں ٹیرف بڑھا دیا بلکہ روس سے تجارتی تعلقات کی نئی پالیسی بنالی، جس کے نتیجے میں چین، روس ایران اور وسطی ایشیا کی ریاستیں ایک نئے اقتصادی بلاک کی جانب بڑھ رہی ہے۔ اس صورتحال میں ماہرین اقتصادیات یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ کیا دنیا ایک نئی سرد جنگ کے دہانے پر پہنچ گئی ہے کہ اس صورتحال کا سامنا صرف ٹرمپ کے دور اقتدار میں کرنا پڑے گا۔ یہی نہیں یہ سوال بھی کھڑا ہوگیا ہے کہ ٹرمپ ٹیرف امریکی معیشت کو محفوظ بنانے میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ اضافی ٹیرف نے

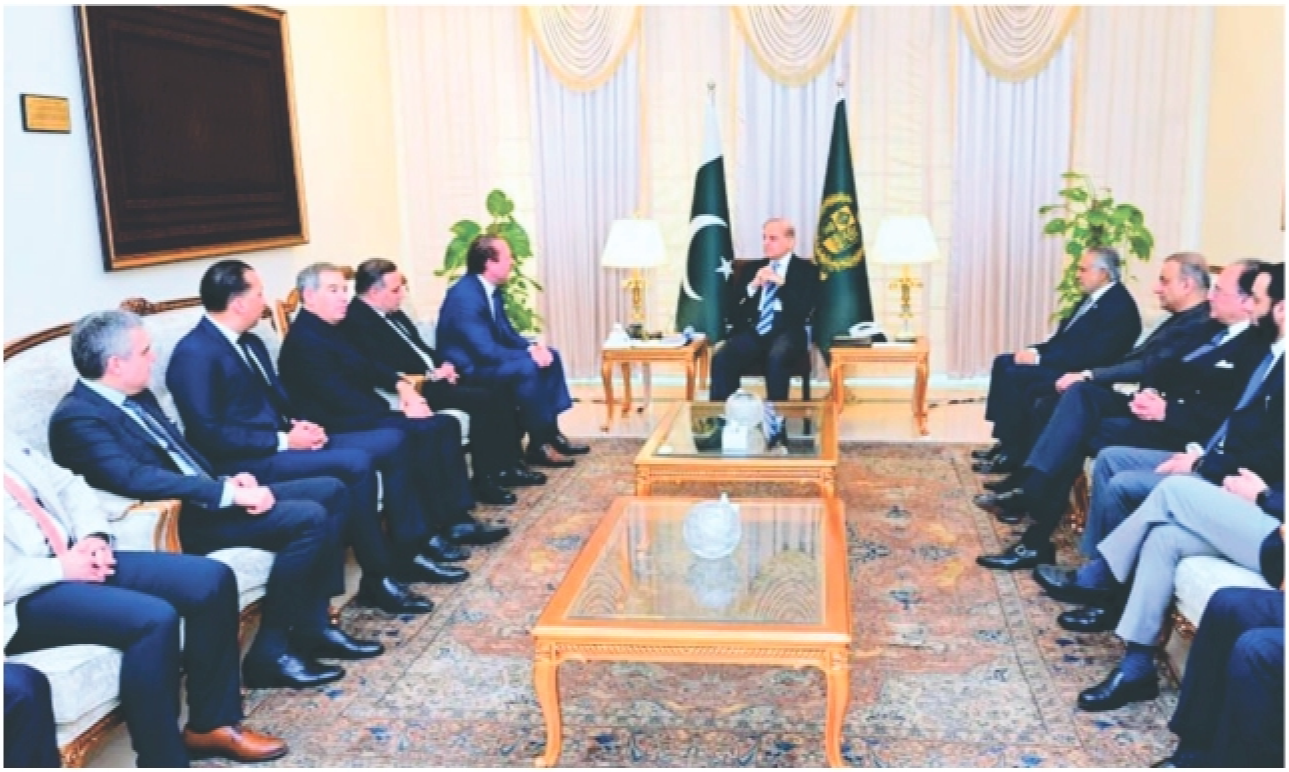

عالمی منڈیوں کو اجاڑ کے رکھ دیا ہے تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی تجارتی پابندیاں سخت شدت اختیار کرتی ہیں دنیا بھر کی معیشت اپنے اصل پر قائم رہنے کی بجائے سکڑ جاتی ہے اسی وجہ سے عالمی ادارے بھی ٹرمپ کے اس فیصلے پر تحفظات رکھتے ہیں کیونکہ اس کے ایک پالیسی فیصلے سے یورپی مما لک کی برآمدات میں بھی بحران بڑھ جائے گا۔ یورپی ماہرین نے تو قبل از وقت بتا دیا تھا کہ اگر امریکہ نے نظر ثانی نہ کی تو یورپ بھی امریکی مصنوعات پر جوابی ٹیرف لگائے گا اور وہ لگ بھی گیا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ جن مما لک نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور مسئلے کو مذاکرات سے حل کرنے کی خواہش کی انہیں صدر ٹرمپ نے ۹۰ روزہ رعایت بھی دے دی۔ امریکی صدر کا دعوی ہے کہ امریکہ فسٹ کے نعرے پر ہم ٹیرف اضافے کی وصولی سے قرضے اتاریں گے اور ملکی معاشی بحران کے خاتمے کے لیے نئی راہیں نکالیں گے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم چین سے

محصولات کے حوالے سے معاہدہ چاہتے ہیں جبکہ چین کا کہنا ہے کہ مذاکرات میں باہمی احترام ضروری ہے اگر امریکہ نے دھونس، جفاکشی کی تو ہم بھی جوابی کاروائی کریں گے بلکہ چین نے ۱۸ امریکی کمپنیوں کی درآمدات پر پابندی لگا کر جواب بھی دے دیا ہے۔ یہ تو ہے معاشی میدان میں دو بڑے ممالک کی لڑائی ہے صدر ٹرمپ کو ابھی اقتدار سنبھالے چند ماہ ہوئے ہیں لہذا دنیا کو مستقبل میں بھی ایسی نت نئی ہنگامہ آرائی کے لیے تیار رہنا ہوگا وہ۔ جو لوگ ٹرمپ کی سیاست کو غیر متوازن سمجھتے تھے انہیں بھی اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنی پڑے گی کیونکہ ٹرمپ نے ٹیرف بم چلا کر چیک کر لیا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے؟

پاکستان کو موجودہ حالات میں مزید احتیاط اور خارجہ محاذ پر اپنی صف بندی کرنی پڑے گی کیونکہ معاشی اور سیاسی بحرانی دور میں ٹرمپ ٹیرف کسی چیلنج سے کم نہیں۔ ہماری برآمدات صرف چند شعبوں تک محدود ہیں ایسے میں امریکی اضافی ٹیرف، کوالٹی کنٹرول اور امپورٹ فیس نئی مشکلات پیدا کر سکتی ہیں کیونکہ ٹیکسٹائل، کپاس اور آلات جراحی ہر شعبہ متاثر ہوگا بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ہمارے ہاں ہی نہیں، تمام ترقی پذیر ممالک اس سے متاثر ہوں گے۔ صنعتی پہیہ جام اور چمنیوں سے دھواں نکلنا کم ہو جائے گا یورپی ماہرین اضافی ٹیرف کو تجارتی اور برآمداتی سرگرمیوں کے لیے خطرناک قرار دے رہے ہیں برطانیہ، جرمنی، فرانس نے خطرے کی گھنٹی سننے کے بعد ٹیرف کا جوابی حملہ کر دیا لیکن اب سوال یہ ہے کہ وزیراعظم اور حکومت کے مثبت فیصلے سے پاکستانی وفد کے امریکی مذاکرات کے دروازے تو کھل گئے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ پہلے پاکستان آٹھ فیصد ڈیوٹی دیتا تھا اب ۲۹ فیصد دے گا تا کہ وقت کے صدر امریکہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہ کر لیں۔ یقیناً پاکستانی وفد پورے ''ہوم ورک،، سے واشنگٹن جائے گا تب ہی کچھ نیا حاصل ہو سکے گا ورنہ ہمیں ماضی کی طرح امریکی فیصلوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی عمل کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ماضی کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں اور ناتجربہ کاری میں ہمارے صنعتی منصوبے اور پالیسیاں ایسی ہرگز نہیں کہ ہماری معیشت ان عالمی جھٹکوں کو برداشت کر سکے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ کو مضبوط کر کے مثبت پالیسیوں سے نئی منڈیاں تلاش کریں اور جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی پالیسیاں بنائیں کہ ہم دوسروں کے فیصلوں کی کے محتاجی کی بجائے اپنے فیصلے منوا سکیں، زندہ قومیں ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر آگے بڑھتیں ہیں اقتصادی بحرانی دور میں موجودہ حکومت شہباز شریف کی قیادت میں وزیر خزانہ محمد اورنگزیب اور (SIFC) کی مشاورت سے نمایاں نتائج حاصل کرنے میں کامیاب ہے۔ امید قوی ہے کہ حکومتی فیصلے سے خصوصی وفد امریکہ بھیج کر مثبت نتائج حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوگا اور ہم بات چیت کے ذریعے مستقبل کے لیے نئے راستے تلاش کر لیں گے دنیا بدل رہی ہے بلکہ بدل چکی ہے اب جنگ حرب وضرب کی بجائے اقتصادی میدان میں ہی لڑی جائیں گی۔ صدر ٹرمپ نے ''ٹیرف بڑھا کر یہ

یورپی ماہرین نے تو قبل از وقت بتا دیا تھا کہ اگر امریکہ نے نظر ثانی نہ کی تو یورپ بھی امریکی مصنوعات پر جوابی ٹیرف لگائے گا اور وہ لگ بھی گیا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ جن ممالک نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور مسئلے کو مذاکرات سے حل کرنے کی خواہش کی انہیں صدر ٹرمپ نے ۹۰ روزہ رعایت بھی دے دی۔

پیغام دے دیا ہے کہ تجارتی میدان اب صرف مال کی منتقلی کا نام نہیں، یہاں بھی طاقت کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے، ٹیرف صرف سپلائی اور ڈیمانڈ کی کہانی نہیں بلکہ برآمدات اور درآمدات کے خواہش مند ممالک اس کے لیے اپنی پالیسی تیار کریں۔ دیکھنے میں یہ لڑائی محض بڑے تجارتی ممالک کی ہے لیکن اس کی زد میں سب آئیں گے وزیراعظم شہباز شریف کو بھی یہی فکر لاحق ہے اسی لیے انہوں نے مشاورت سے اپنا ایک نمائندہ وفد امریکہ سے مذاکرات کے لیے بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ اس راز سے واقف ہیں کہ پاکستان جیسا ترقی پذیر ملک عالمی ٹیرف کی لڑائی میں مشکلات

میں پھنس سکتا ہے اسی لیے انہوں نے بات چیت کو ترجیح دی اور امریکہ نے بھی اس سوچ کی حوصلہ افزائی کی کیونکہ معاشی اور تجارتی محاذ پر جو جنگ ٹیرف نے چھیڑی ہے ڈالرز، یورو یا ین کی نہیں بلکہ اعتماد، رسائی اور توازن کی جنگ ہے۔ اس میں جو ملک حالات کے مطابق توازن رکھنے میں اپنی پالیسی سے کامیاب ہوگا وہی مستقبل میں ترقی اور خوشحالی کر سکے گا۔ ہمیں بھی تھنک ٹینک اور ماہرین اقتصادیات کی رہنمائی سے موجودہ اور مستقبل کے حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر ممکن تیاری کرنی ہوگی ورنہ صدر ٹرمپ نے واضح نشاندہی کر دی ہے کہ وہ تجارتی محاذ پر بھی طاقت کا مظاہرہ کر کے ایسا کچھ کر سکتے ہیں کہ جس سے نہ مارکیٹ بچے گی اور نہ ہی مال۔ ٹیرف جنگ کے باعث سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے سونے کی بڑی خریداری کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ اس سے سونے کا بھاؤ نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں نئی تاریخی بلندیوں پر آ چکا ہے۔ امریکہ چین کی اس ٹیرف لڑائی میں پہلے امریکہ نے ۱۲۵ فیصد چینی درآمدات پر ٹیرف لگایا پھر اس میں مزید ۲۰ فیصد اضافہ کر کے اسے ۱۴۵

فیصد کر دیا۔اس سلسلے میں وائٹ ہاؤس کی وضاحت یہ ہے کہ اعداد و شمار پہلے سے موجود ۲۰ فیصد ٹیرف کو شامل کیے بغیر جاری کر دیے گئے تھے برطانوی ماہرین کا کہنا ہے کہ اس غیر معمولی بلند ترین سطح کے اثرات نہ صرف امریکی صارفین بلکہ چینی معیشت پر بھی پڑھ سکتے ہیں، صدر ٹرمپ کا مطالبہ ہے کہ دنیا ہمیں بے وقوف نہ سمجھے ہمارے ساتھ منصفانہ سلوک کرے ہم اچھی حالت میں اچھے کام کر رہے ہیں ۔جبکہ چین بھی جوابی ٹیرف پر ڈٹا ہوا ہے اس نے امریکہ کو ہر سطح پر کرارا جواب دیتے ہوئے ہالی وڈ درآمدات پر بھی پابندی عائد کر دی ہے چینی قیادت کا کہنا ہے کہ چین پر دباؤ، دھمکیاں اور بلیک میلنگ درست طریقہ ہرگز نہیں۔حالات اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ ٹرمپ کے ”نے تجارتی دنیا میں ایسی آگ بھڑکا دی ہے جو فوری طور پر بجھائے نہیں بجھے گی، ایسے میں پاکستان اپنی سیاسی بصیرت مثبت حکمت عملی اور ڈائیلاگ کے ذریعے اگر کامیاب ہو گیا جس کے واضح امکانات موجود ہیں تو یہ وزیر اعظم شہباز شریف اور ان کے اتحادیوں کا دوسرا بڑا کارنامہ ہو گا انہوں نے پہلے بھی چیلنج سمجھ کر ایسی حکمت عملی بنائی اور سخت فیصلے کیے کہ ملک دیوالیہ ہونے سے بچ گیا اب بھی ماہرین اقتصادیات کا دعویٰ ہے کہ وزیر اعظم کی ثابت قدمی اور وفد کی امریکہ روانگی سے مملکت کے لیے بہترین نتائج ضرور نکلیں گے۔

بلوچستان کے مسئلے کا حل کیا ہے؛
بلوچ علیحدگی پسند تحریک سے کیسے نمٹا جائے؟

از عمر دو آبیہ
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبۂ اُردو سے فارغ التحصیل ہیں

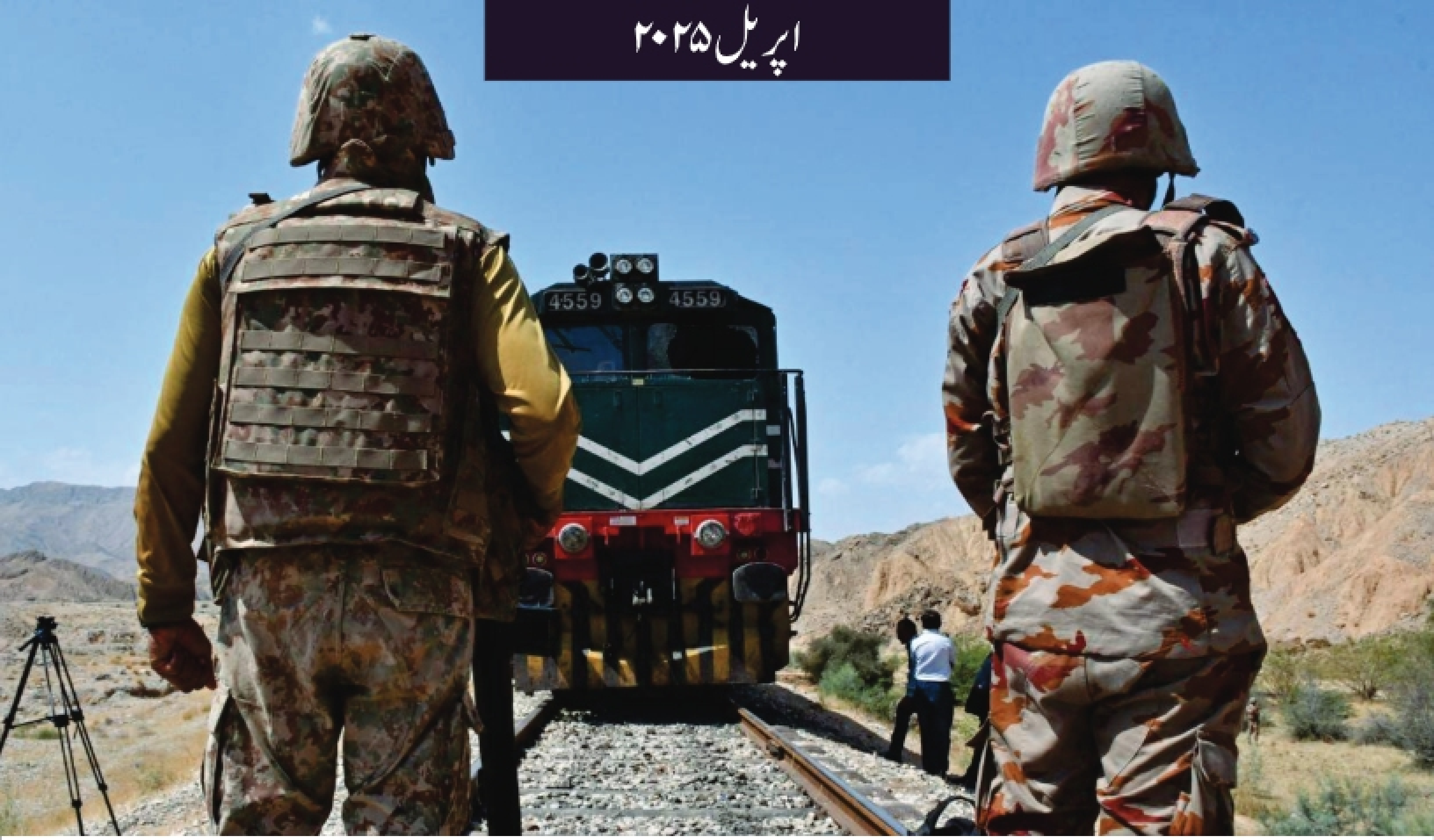

میں جب بلوچستان کے نام کو اپنی تحریر کے صفحہ اوّل پر رقم کرتا ہوں تو گویا قلم، روشنائی کے بجائے ایک تاریخِ نیم شب، ایک تپتے ہوئے ریت زار، اور ایک نیم مایوس صداقت سے سیراب ہوتا ہے۔ بلوچستان وہ خطہ جس کے سنگلاخ پہاڑوں کے دامن میں محبت بھی خون آلود جن کی خاموشی صدائیں رکھتی ہیں جہاں کی ہوائیں سرد ضرور ہیں مگر ان میں بغاوت کی سلگتی ہوئی آندھی بھی بسی ہے۔ جغرافیائی نقشے پر اگرچہ بلوچستان پاکستان ایک صوبہ ہےمگر تزویراتی اعتبار سے یہ خطہ جنوبی ایشیا کی وہ روحانی نبض ہے، جو نہ صرف مقامی بلکہ عالمی سیاست کے فیصلوں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں معدنیات کی تہہ صدیوں سے زمین کے پیٹ میں پکار رہی ہیں مگر سناٹے کے عوض جواب نہیں پاتیں۔ بلوچستان کی جغرافیائی ہیئت ایک حاشیائی حصار نہیں بلکہ ایک مرکزیت رکھنے والا باب ہے جو ایک جانب گوادر کی بندرگاہ کے ذریعے عالمی معیشت کے رستے کھولتا ہے اور دوسری طرف ایران، افغانستان اور وسطی ایشیاء کے دروازوں پر دستک دیتا ہے۔ اسی زمینی اہمیت نے اسے ہمیشہ سے ایک چوکھا میدان بنا دیا ہے۔ جہاں مقامی امن، قومی وحدت، اور بین الاقوامی سازشوں کے تانے بانے مسلسل بُنے جاتے رہے ہیں۔ پاکستان کے لیے یہ محض ایک معدنیاتی ذخیرے کا خطہ نہیں، بلکہ ریاست کی وحدت، شناخت اور دفاع کی وہ علامت ہے جسے کمزور کرنا دشمن کا اوّلین ہدف رہا ہے۔

لیکن جب ہم "مسئلہ بلوچستان یا اسکا عرفِ عام نام بلوچستان میں علیحدگی پسند تحریکوں کا انتشاری رویہ" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو ہمیں صرف ایک انتظامی کوتاہی یا معاشی محرومی کی طرف اشارہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا کثیر الابعاد مسئلہ ہے جس کی جڑیں نہ

صرف ماضی کی سیاسی لغزشوں، بلکہ حال کی معاشرتی غفلتوں اور مستقبل کی ممکنہ ناکامیوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ایک ایسا دکھ ہے جو بسا اوقات صدا بن کر ریاست کے ایوانوں سے ٹکراتا ہے اور کبھی خاموشی کی صورت کسی سردار کے خیمے میں دفن ہو جاتا ہے۔ بلوچ عوام کی سیاسی جدوجہد ہو یا ان کی تہذیبی خودی، ان کی محرومیوں کی داستانیں اگرچہ صداقت سے خالی نہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہر محرومی بغاوت کی مجاز ہوتی ہے؟ کیا ریاست کی کوتاہیاں اُس پیمانے پر تولی جاسکتی ہیں جہاں ریاست مخالف نعرے، مسلح تصادم اور معصوم جانوں کا خون قابلِ فخر ہو جائے؟ کیا یہ تحریک خالصتاً مقامی جذبات کا اظہار ہے یا بین الاقوامی محرکات کی آڑ میں پنپنے والا ایجنڈا؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اس تحریر کے ہر باب میں قاری کا گریبان تھامے رکھیں گے۔

اس مضمون میں ہم نہ صرف بلوچ تحریک کے تاریخی اسباب کا احاطہ کریں گے بلکہ اُس سرد جنگی تناظر کو بھی بے نقاب کرنے کی سعی کریں گے جس نے بلوچستان کو امن سے دور اور جنگ سے قریب تر کر دیا ہے۔ ہم اُس قومی بیانیے پر بھی روشنی ڈالیں گے جو یا تو خاموش ہے یا یک طرفہ رہا اور ان عالمی فکری تضادات کا تجزیہ کریں گے جہاں "حقِ خودارادیت" کا پرچم کبھی آزادی کے متوالوں کے لیے بلند ہوتا ہے اور کبھی دہشتگردی کے خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور یوں میرا آج یہ آرٹیکل میرے محترم قارئین کی عدالت میں، محض ایک تجزیہ نہیں بلکہ ایک فکری مقدمہ ہے جہاں میں سطحی جذباتی نعرہ بازی یا عمومی ہیپنگ اسٹیٹمنٹس کے بجائے مسئلے کے پسِ پردہ محرکات، اس کے دوررس اثرات اور ممکنہ حل کی جانب قدم بہ قدم بڑھنے کی سعی کروں گا۔ جہاں ریاست اور رعایا، محرومی اور ذمہ داری، امن اور بغاوت سب ایک ایسے مکالمے میں شریک ہوں گے۔ جو اگر خلوصِ نیت اور صداقتِ فکر سے ہم آہنگ ہو، تو اس کی واحد اور حتمی منزل صرف اور صرف استقرارِ امن ہو سکتی ہے؛ ایسا امن جو تاریخ کی دھول میں نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے ماتھے پر روشن حرف کی طرح ثبت ہو۔

> میرا آج یہ آرٹیکل میرے محترم قارئین کی عدالت میں، محض ایک تجزیہ نہیں بلکہ ایک فکری مقدمہ ہے جہاں میں سطحی جذباتی نعرہ بازی یا عمومی ہیپنگ اسٹیٹمنٹس کے بجائے مسئلے کے پسِ پردہ محرکات، اس کے دوررس اثرات اور ممکنہ حل کی جانب قدم بہ قدم بڑھنے کی سعی کروں گا۔

بلوچستان کا مسئلہ سمجھنے کے لئے اس کے تہذیبی اور تاریخی حقائق کو جاننا ازبس ضروری ہے اپنی تہذیب و تمدن، قبائلی نظم و نسق اور روایتی خودمختاری کے ساتھ ایک ایسا خطہ رہا ہے جس کی شناخت قلات کی ریاست خان آف قلات کی قیادت اور سرداری نظام سے مربوط رہی۔ اس پس منظر میں الحاقِ پاکستان بذاتِ خود محض سیاسی نہیں بلکہ تہذیبی سطح پر بھی ایک بڑی تبدیلی کا متقاضی تھا۔ جب قلات جیسی نیم خودمختار ریاست کو وفاق میں مدغم کیا گیا، تو اس عمل نے کچھ بلوچ حلقوں میں شکوک و شبہات کے بیج بو دیے، جو وقت کے ساتھ ساتھ جذباتی ردِعمل اور بالآخر علیحدگی پسند نعرے بازی کی صورت اختیار کر گئے۔ یوں بلوچستان کا تاریخی وقار، جب مرکزی ریاستی نظم کے تابع ہوا، تو کچھ حلقوں نے اسے اپنی

شناخت پر ضرب محسوس کیا۔ یہیں سے علیحدگی پسند عناصر نے جنم لیا، جو ابتدا میں محدود آوازیں تھیں، مگر وقت کے ساتھ مخصوص عوامل کی بنیاد پر ایک رجحان بنتی گئیں۔

بلوچ مسئلے کی وجوہات: داخلی تضادات اور خارجی تحدیات کے دبیز تانے بانے:

اولاً، بلوچ مسئلے کی جڑیں محض کسی وقتی جذباتیت یا قومی بیانیے سے متصادم نظریاتی تفریق میں نہیں پنہاں، بلکہ اس کی بنیاد ایک نہایت پیچیدہ ادارہ جاتی نظم (administrative architecture) میں پوشیدہ ہے، جس نے برسوں سے بلوچستان کی سیاسی اور انتظامی

بالادستی کو ایک نیم وجودی کیفیت میں معلق رکھا ہے۔ ریاستی اداروں کی عدم موجودگی، بیوروکریسی کی مرکز پرستی، اور نیشنل فنانس کمیشن (NFC) ایوارڈ میں بلوچستان کی متصور کم نمائندگی اس احساس محرومی کو مسلسل جلا دیتی آئی ہے۔ PILDAT کی ۲۰۲۱ کی رپورٹ "Governance Challenges in Balochistan" کے مطابق، بلوچستان کو ملنے والے مالی وسائل نہ صرف ناکافی ہیں بلکہ اُن کے مصرف میں شفافیت کا فقدان اور مقامی آبادی کی ترجیحات سے عدم مطابقت، انتظامی بحران کو مزید شدید تر بناتی ہے۔ سرداری سیاست کی چھتری تلے پنپنے والی مقامی اشرافیہ نے اس خلا کو پُر کرنے کے بجائے اس سے ذاتی مفادات سمیٹے، جس کے نتیجے میں ایک عام بلوچ نوجوان ریاست سے نہیں بلکہ اپنے مقامی نظام سے بھی بدگمان ہوا ایک ایسا انسداد جو آخر کار عسکریت پسند عناصر کے ہاتھوں میں کھیلنے لگا۔

ثانیاً، جب ریاست اپنی دستوری ذمہ داریاں جن میں صحت، تعلیم، بنیادی ڈھانچہ (infrastructure)، اور انسانی ترقی کے دیگر

اشارے شامل ہیں — ادھورے چھوڑ دے، تو معاشرہ نہ صرف تنہائی کا شکار ہوتا ہے بلکہ اپنے وجود کی معنویت کھو بیٹھتا ہے۔ بلوچستان کے بیشتر اضلاع میں اسکول یا تو بند ہیں یا محض عمارتوں کا خول بن چکے ہیں، اسپتالوں میں دوا کا فقدان، اور سڑکیں گویا ہجرت کا نوحہ پڑھتی ہیں۔ صوبے میں شرح خواندگی آج بھی پاکستان کے اوسط تعلیمی معیار سے کم از کم ۲۰ فیصد نیچے ہے۔ تعلیم کی عدم موجودگی نہ صرف عسکری بیانیے کی زمین کو زرخیز کرتی ہے بلکہ نوجوانوں میں بیروزگاری اور ریاستی اداروں پر عدم اعتماد کو جنم دیتی ہے۔ سوئی گیس کی دریافت کے باوجود، وہاں کے مقامی باسی آج بھی لکڑی جلانے پر مجبور ہیں؛ گوادر کی ترقی کے چرچے ہیں، مگر مقامی ماہی گیر پانی کے حقوق کے لیے سراپا احتجاج ہیں؛ اور معدنیات سے مالا مال اس خطے میں غربت، افلاس اور بنیادی سہولیات کی قلت، کیا یہ وہ تضاد نہیں جس پر سوال اٹھانا ہی بغاوت ٹھہرتا ہے؟

اولاً، بلوچ مسئلے کی جڑیں محض کسی وقتی جذباتیت یا قومی بیانیے سے متصادم نظریاتی تفریق میں نہیں پنہاں، بلکہ اس کی بنیاد ایک نہایت پیچیدہ اداریاتی نظم (administrative architecture) میں پوشیدہ ہے، جس نے برسوں سے بلوچستان کی سیاسی اور انتظامی بالادستی کو ایک نیم وجودی کیفیت میں معلق رکھا ہے۔

ثالثاً، اس مسئلے کی سنگینی اُس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب مقامی، قومی اور بین الاقوامی عوامل ایک دوسرے میں یوں مدغم ہو جاتے ہیں کہ ان کا امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایک جانب ریاست پاکستان کی پالیسیوں میں بلوچستان کے لیے مساوی آواز کی کمی، دوسری طرف بھارت کی خفیہ ایجنسی RAW کی مسلسل مداخلت اور افغان سرزمین سے تخریبی نیٹ ورکس کی موجودگی، اس مسئلے کو محض داخلی چیلنج نہیں بلکہ جیوپولیٹیکل انسداد (geo-political confrontation) بنا دیتی ہے۔ دفتر خارجہ کی ۲۰۲۰ رپورٹ "Indian Terrorism in Pakistan" اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ بلوچستان میں علیحدگی پسند گروہوں کو نہ صرف مالی بلکہ عسکری معاونت بھی بیرونِ ملک سے فراہم کی جاتی رہی ہے۔ یہی بیرونی پشت پناہی، عالمی میڈیا میں بلوچستان کی منفی تصویر کشی، اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اداروں کی غیر متوازن رپورٹنگ اس خطے کی اصل حرکیات کو دھندلا دیتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بلوچ سردار، عسکریت پسند، اور عام شہری — تینوں مختلف قوتیں ہیں، جنہیں ایک ہی بیانیے میں سمو دینا علمی و اخلاقی خیانت کے مترادف ہے۔ بلوچستان کا مسئلہ بھی دراصل قربتوں میں پیدا ہونے والی دوریوں کا المیہ ہے؛ ایک ایسی قربت جو صرف نقشے پر باقی رہ گئی اور ایک ایسی دوری جو دلوں میں دراڑ بن چکی ہے۔

بلوچ علیحدگی پسند تحریک پاکستان کے وفاقی ڈھانچے کو درپیش ایک پیچیدہ مگر قابلِ فہم داخلی چیلنج ہے جس کی جڑیں تاریخی، معاشی، اور شناختی بحرانوں سے پیوستہ ہیں۔ بلوچ لبریشن آرمی (BLA)، بلوچ ریپبلکن آرمی (BRA) اور بلوچ لبریشن فرنٹ (BLF) جیسی تنظیمیں گزشتہ دو دہائیوں میں سیاسی محرومی کے بیانیے کو بنیاد بنا کر عسکریت پسندی کی جانب مائل ہوئیں۔ ان تنظیموں نے ریاستی عدم توجہی، وسائل کی

غیر منصفانہ تقسیم، اور ثقافتی شناخت کے مٹتے ہوئے خدشات کو اپنے موقف کی تقویت کے طور پر استعمال کیا۔ تاہم اس تحریک کی ساخت محض مقامی جذباتیت کا اظہار نہیں بلکہ بعض حلقوں میں اس کے پسِ پردہ نظریاتی (ideological) اور مادی (material) مفادات کی آمیزش بھی واضح دکھائی دیتی ہے جہاں علیحدگی پسندی فقط نظریہ نہیں بلکہ بعض مواقع پر ایک معاشی صنعت (insurgency economy) کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

ریاستِ پاکستان کا ردِعمل وقتاً فوقتاً سیکیورٹی آپریشنز، سیاسی مذاکرات، اور ترقیاتی پیکیجز کی صورت میں سامنے آتا رہا ہے۔ اگرچہ بعض آپریشنز جیسے نواب اکبر بگٹی کی ہلاکت کے بعد پیدا ہونے والے حالات ریاست کی پالیسیوں پر ایک سخت گیر اور عسکری غلبے کے تاثر کو جنم دیتے ہیں تاہم اسی عرصے میں بلوچستان کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی کئی مخلص کوششیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ "آغازِ حقوق بلوچستان" جیسا ترقیاتی پیکج اور ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ جیسے معتدل اور جمہوریت پسند وزرائے اعلیٰ کی تعیناتی ریاست کے اس پیغام کی عکاس رہی ہے کہ بلوچستان کا مسئلہ بندوق سے نہیں بلکہ مکالمے سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں Carnegie Endowment کی ۲۰۲۲ رپورٹ "Insurgency and Governance in Balochistan" بھی واضح کرتی ہے کہ جب ریاست مقامی قیادت کو اعتماد میں لیتی ہے تو علیحدگی پسند عناصر کی عوامی پذیرائی میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی تناظر میں "وائس آف بلوچستان" جیسے پلیٹ فارمز نے، جن کا میں خود بھی ایک فعال رکن رہا ہوں، بلوچ نوجوانوں کی امن پسندی، فکری بیداری اور قومی ہم آہنگی کی خواہش کو قریب سے محسوس اور اجاگر کیا۔ میری

اس وابستگی نے مجھے بلوچستان کے مسائل کو محض کتب و رپورٹس سے نہیں بلکہ براہِ راست زمینی سطح پر دیکھنے، سننے اور سمجھنے کا موقع فراہم کیا۔ یہی تجربہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بلوچ عوام، بالخصوص نوجوان نسل نہ تو علیحدگی پسند بیانیے کی حامی ہے اور نہ ہی بندوق کے سائے میں اپنی شناخت تلاش کرنا چاہتی ہے بلکہ وہ اپنے حقوق کے لیے آئینی و جمہوری جدوجہد کی راہ پر گامزن ہے۔

درج بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوچستان کا مسئلہ محض جغرافیہ، معدنیات، یا وسائل کی تقسیم کا شاخسانہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسا تہہ دار المیہ ہے جس میں تاریخ کی ٹھوکر، سیاست کی لغزش، اور اعتماد کی شکستگی بیک وقت جلوہ گر ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ریاست کی تدبیر اور رعایا کی تقدیر، ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہ ہوسکیں تو شورش کے بادل گھرے ہوتے جاتے ہیں۔ تاہم اس امر کا ادراک بھی لازم ہے کہ ہر شورش محض احتجاج نہیں ہوتی اور ہر آواز کو دشمن کی زبان کہہ دینا ریاستی فہم و فراست کے وقار کو مجروح کرتا ہے۔ انکار سے زیادہ اقرار میں نجات ہے — اقرار ان محرومیوں کا جنہیں سننے کے لیے فقط میز کرسی نہیں بلکہ دل کے کان درکار ہیں۔ غور کیجیے تو مسئلہ نہ خالصتاً بلوچ سرداروں کی سازش ہے نہ محض غیر ملکی ہاتھوں کی شرارت؛ یہ اس مکالمے کی گمشدگی کا نتیجہ ہے جو ماضی میں ہونا تھا، مگر نہ ہوسکا۔ آج بھی اگر دلوں میں وسعت، اور نیتوں میں صداقت ہو تو شاید ریاست اور رعایا کے درمیان یہ اجنبی خاموشی ہم آہنگی کی گفتگو میں بدل سکتی ہے۔

پاکستان اور آبی تنازعات

ثناء مقدس حیات

مصنفہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں مائیکرو بائیولوجی میں زیرِ تعلیم ہیں۔

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو نہ صرف خوبصورت مناظر، زرخیز میدانوں اور طاقتور دریاؤں کی دولت سے مالا مال ہے بلکہ قدرت کے انعامات اور انسانی عزم کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔ تاہم، اس کا وجود ۱۹۴۷ میں بے شمار قربانیوں کے بعد عمل میں آیا، جب لاکھوں لوگوں نے آزادی کی تلاش میں اپنے گھر بار چھوڑ دیے تھے۔ اس جدوجہد کے دوران پانی ایک اہم مسئلہ بن کر ابھرا، اور دریائے سندھ کا نظام بقا کی جنگ کا میدان بن گیا۔

پاکستان میں آبی تنازعات اور دریائے سندھ پر نہری نظام کے مسائل کی تاریخ قدیم اور پیچیدہ ہے، جو ملک کی زراعت، معیشت اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ دریائے سندھ، جو پاکستان کی زندگی کی رگ کہلاتا ہے، ہمیشہ سے ہی مختلف تہذیبوں اور حکومتوں کے لیے اہمیت کا حامل رہا ہے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو، دریائے سندھ کے کنارے واقع علاقوں میں نہری نظام کی بنیاد کلہوڑا دور میں رکھی گئی تھی۔ میاں نور محمد کلہوڑو نے دریائے سندھ سے نہریں نکال کر زرعی اراضی کی آبیاری کے لیے کھیتوں تک پانی پہنچانے کا نظام متعارف کرایا تھا۔ ان کے دورِ حکومت میں سندھ کی زرعی پیداوار عروج پر تھی۔ ان کے وزراء اور مشیروں نے بھی نہریں تعمیر کرائیں، جیسے 'نور واہ'، 'شاہ جی کور'، 'نصرت واہ' وغیرہ، جو آج بھی استعمال میں ہیں۔ برطانوی راج کے دوران، پنجاب کو برصغیر کے لیے گودام بنانے کے لیے زیریں سندھ طاس کے منصوبے پر غور کیا گیا۔ نہروں اور دریاؤں پر بہت سے بند اور بیراج باندھے گئے، جس سے سیلاب کے وقت پانی کا ذخیرہ ممکن ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں سکھر کے مقام پر دریائے سندھ پر پہلا بیراج تعمیر کیا گیا، جس سے دنیا کے سب سے بڑے آبپاشی کے نظام نے کام کرنا شروع

کیا۔ بعدازاں، کالا باغ کے مقام پر دوسرا بیراج تعمیر کیا گیا۔ اس نظام کی بدولت پنجاب کی زراعت میں نمایاں ترقی دیکھی گئی۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد، پانی کی تقسیم ایک سنگین مسئلہ بن گیا۔ پنجاب کی ۲۳ مستقل نہروں میں سے ۲۱ پاکستان کے حصے میں آئیں، لیکن دریاؤں کے منبع بھارت کے قبضے میں تھے۔ بھارت نے ۱۹۴۸ء میں بغیر کسی انتباہ کے راوی اور ستلج کا پانی روک دیا، جس سے پاکستان میں لاکھوں ایکڑ پر مشتمل فصلیں تباہ ہو گئیں۔ یہ صورتحال دونوں ممالک کے درمیان آبی تنازعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

پاکستان میں آبی تنازعات اور دریائے سندھ پر نہری نظام کے مسائل کی تاریخ قدیم اور پیچیدہ ہے، جو ملک کی زراعت، معیشت اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ دریائے سندھ، جو پاکستان کی زندگی کی رگ کہلاتا ہے، ہمیشہ سے ہی مختلف تہذیبوں اور حکومتوں کے لیے اہمیت کا حامل رہا ہے۔

ان تنازعات کے حل کے لیے پاکستان اور بھارت کے درمیان عالمی بینک کی ثالثی میں ۱۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو سندھ طاس معاہدہ طے پایا گیا۔ جس میں بھارت کو تین مشرقی دریاؤں (ستلج، بیاس، راوی) کا کنٹرول دیا گیا۔ اور پاکستان کو تین مغربی دریاؤں (سندھ، جہلم، چناب) کا حق دیا گیا۔ علاوہ ازیں، پاکستان کو اپنے آبپاشی نظام کو بہتر بنانے اور نئے بیراج بنانے کے لیے عالمی بینک کی طرف سے مالی امداد بھی دی گئی۔ یہ معاہدہ پاکستان کی زراعت اور معیشت کے لیے اہم ثابت ہوا، لیکن بھارت نے کئی بار معاہدے کی خلاف ورزی کی کوشش کی، جو آج بھی پاکستان کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ آج بھی پاکستان کا آبپاشی نظام، جو دنیا کے سب سے بڑے نظاموں میں سے ایک ہے، کئی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے۔ پانی کی فی کس دستیابی میں نمایاں کمی واقع ہو رہی ہے، جو ۱۹۴۷ء میں ۵۰۰۰ مکعب میٹر سالانہ سے کم ہو کر اب ۱۰۰۰ مکعب میٹر سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔ آبادی میں تیزی سے اضافہ، صنعتی آلودگی، اور موسمیاتی تبدیلیاں اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا رہی ہیں۔ دریائے سندھ پر نہری نظام کی توسیع اور بیراجوں کی تعمیر نے ماحولیاتی نظام پر بھی بڑے اور برے اثرات مرتب کیے ہیں۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ آبی گزرگاہوں کے نظام کو بہتر بنا کر اقتصادی ترقی حاصل کی جا سکتی ہے، لیکن اس کے لیے محتاط منصوبہ بندی اور ماحولیاتی تحفظ کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں بین الصوبائی پانی کے تنازعات کی بھی گہری تاریخی جڑیں ہیں اور یہ قومی اتحاد اور وسائل کے انتظام کے لیے ایک بڑا چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ ان تنازعات کا بنیادی نکتہ دریائے سندھ کے پانی کی منصفانہ تقسیم ہے، خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے درمیان۔ یہ تنازعات برطانوی راج کے دور سے شروع ہوئے، جب آبپاشی کے مختلف منصوبوں کی وجہ سے پنجاب اور سندھ کے درمیان پانی کی تقسیم پر اختلافات پیدا ہوئے۔ آزادی کے بعد بھی یہ مسائل برقرار رہے اور ۱۹۶۰ء میں بھارت اور پاکستان کے درمیان طے پانے والے سندھ طاس معاہدے نے بین الاقوامی سطح پر پانی کی تقسیم کا مسئلہ تو کچھ حد تک حل کر دیا، لیکن پاکستان کے اندرونی پانی کے وسائل پر جھگڑے مزید بڑھا دیے۔ ۱۹۹۱ء میں تمام صوبوں کے درمیان واٹر اپورشنمنٹ ایکارڈ (پانی کی تقسیم کا معاہدہ) کیا گیا، جس کے تحت پنجاب کے حصے میں ۴۷%، سندھ کے حصے میں

۴۲%، خیبر پختونخواہ کے حصے میں ۸% اور بلوچستان کے حصے میں دریائے سندھ کا ۳% پانی آیا۔ لیکن اس معاہدے کے باوجود، مختلف صوبے اب بھی پانی کی منصفانہ تقسیم پر اختلاف رکھتے ہیں۔ حال ہی میں وفاقی حکومت نے دریائے سندھ پر چھ نئی نہریں تعمیر کرنے کی تجویز دی ہے۔ یہ منصوبے (Green Pakistan Initiatne) کے تحت وسیع تر ترقیاتی اسکیموں کا حصہ ہیں، جن میں انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) ایکٹ میں ترامیم اور کارپوریٹ فارمنگ کے فروغ جیسے اقدامات شامل ہیں۔ وفاقی حکام کا مؤقف ہے کہ ان منصوبوں سے پانی کی بہتر تقسیم اور پنجاب و خیبر پختونخوا میں زرعی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔ تاہم، سندھ کے اسٹیک ہولڈرز ان منصوبوں کو اپنے پانی کے تحفظ اور زرعی زمینوں کے

لیے خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ آبپاشی اور ماحولیاتی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ یہ نہریں سندھ کے پانی کی کمی کو مزید سنگین بنا سکتی ہیں اور ماحولیات پر تباہ کن اثرات ڈال سکتی ہیں۔ حکومتِ سندھ کا مؤقف ہے کہ پنجاب، جو دریاؤں کے بالائی علاقے میں واقع ہے، زیادہ پانی لے رہا ہے اور اس سے سندھ کی زراعت اور ماحولیات کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ دوسری طرف، حکومتِ پنجاب کا کہنا ہے کہ وہ معاہدے کے مطابق پانی استعمال کر رہا ہے اور اس پر تنقید بلا جواز ہے۔ ان منصوبوں کے اعلان کے بعد سندھ میں شدید احتجاج دیکھے گئے۔ ۱۸ جنوری ۲۰۲۵ کو اسلام آباد پریس کلب میں عوامی تحریک کے زیراہتمام ایک کانفرنس منعقد کی گئی ہیں، جس میں سیاستدانوں، دانشوروں اور کارکنوں نے متفقہ طور پر ان نہری منصوبوں کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے ان منصوبوں کو "ریاست مخالف اور عوام مخالف" قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف شدید احتجاج کیا، کیونکہ یہ سندھ کی زراعت اور ماحولیات کے لیے وجودی خطرہ بن سکتے ہیں۔ سندھ کے مختلف شہروں بشمول کراچی، حیدرآباد اور دیگر مقامات پر بڑے پیمانے پر

۱۸ جنوری ۲۰۲۵ کو اسلام آباد پریس کلب میں عوامی تحریک کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد کی گئی ہیں، جس میں سیاستدانوں، دانشوروں اور کارکنوں نے متفقہ طور پر ان نہری منصوبوں کو مسترد کر دیا۔

احتجاج کیے گئے، جن میں کسانوں، سول سوسائٹی اور ماحولیاتی تنظیموں نے شرکت کی اور ان منصوبوں کو فوری طور پر روکنے کا مطالبہ بھی کیا۔ حکومتِ سندھ کا کہنا ہے کہ ان نئی نہروں کی تعمیر سندھ کے لیے پانی کی مزید قلت پیدا کرے گی، جس سے نہ صرف زراعت بلکہ پینے کے پانی کی دستیابی بھی متاثر ہوگی۔

ماحولیاتی ماہرین نے دریائے سندھ کے ڈیلٹا پر پڑنے والے ممکنہ اثرات پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ یہ (Delta) نہ صرف (Mangrove) وو جنگلات کا گھر ہے، جو مچھلیوں کی افزائش کے لیے انتہائی اہم ہیں بلکہ سمندری طوفانوں کے خلاف قدرتی رکاوٹ بھی فراہم کرتا ہے۔ عالمی ادارہ برائے تحفظ فطرت (WWF) کی رپورٹ کے مطابق، پچھلے ۵۰ سالوں میں دریائے سندھ کے ڈیلٹا میں ۹۲ فیصد میٹھے پانی کی روانی ختم ہو چکی ہے، جس کے نتیجے میں ۳،۰۰۰،۰۰۰ ہیکٹر مینگرو وو جنگلات بھی تباہ ہو چکے ہیں۔ پانی کی مزید کمی سے یہ ماحولیاتی نظام مکمل طور پر تباہ ہو سکتا ہے، جس سے پاکستان کی ماحولیاتی معاہدوں کے تحت ذمہ داریوں پر بھی منفی اثر پڑے گا۔

اس کے علاوہ ملک میں بہت سے عوامل ان تنازعات کو مزید بڑھا رہے ہیں، جن میں ماحولیاتی تبدیلیاں جیسے کہ گلیشیئرز کے تیزی سے پگھلنے اور غیر متوقع بارشوں کی وجہ سے پانی کی مقدار میں کمی ہو رہی ہے، جس سے پانی کا بحران شدت اختیار کر رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ

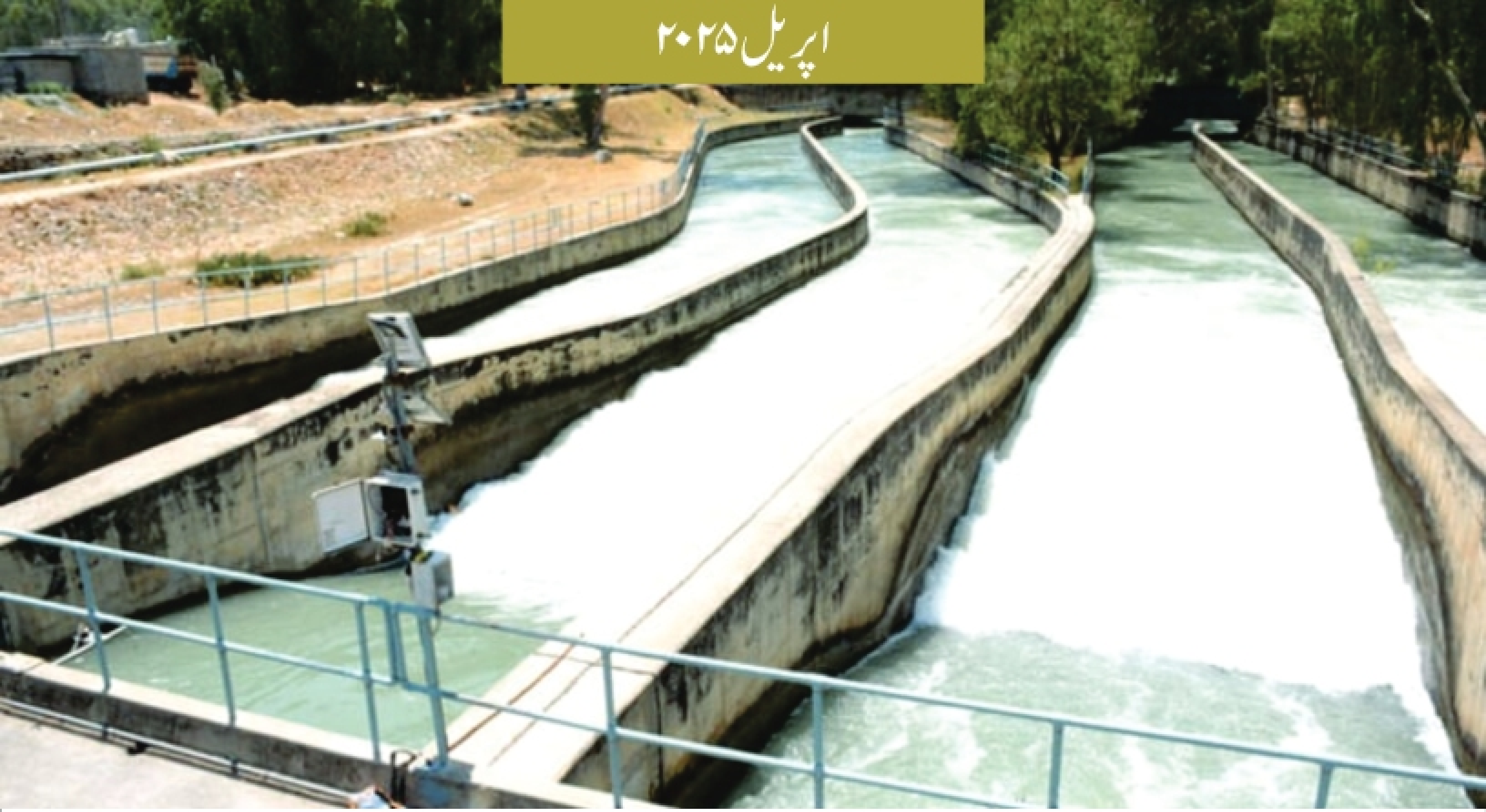

پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی پانی کی طلب میں اضافے کا سبب بن رہی ہے، جس سے تمام صوبے متاثر ہو رہے ہیں۔ آخر میں تنازعات کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ جب کوئی ایک صوبہ نئے ڈیم یا نہری منصوبے بناتا ہے تو دوسرے صوبے اسے اپنے پانی کے حقوق پر حملہ تصور کرتے ہیں، جس سے آپس میں اختلافات بڑھتے ہیں۔ اگر یہ تنازعات حل نہ ہوئے تو پانی کی کمی سے فصلوں کی پیداوار متاثر ہوگی، جس سے خوراک کی قلت پیدا ہوسکتی ہے اور پانی کی کمی زراعت پر منحصر معیشت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی اور بیروزگاری میں اضافہ کرسکتی ہے۔ اگر پانی کی تقسیم میں ناانصافی محسوس کی گئی تو صوبوں کے درمیان تعلقات مزید خراب ہوسکتے ہیں۔ ان تنازعات کو حل کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے جاسکتے ہیں جن میں اداروں کو مظبوط بنانا جیسے کہ دریائی پانی کی تقسیم کے ذمہ دار ادارے انڈس ریورسسٹم اتھارٹی (IRSA) کو مزید اختیارات دیے جائیں تاکہ وہ غیر جانبداری سے مسائل حل کرسکیں۔ جدید آبپاشی کے طریقے اپنائے جائیں اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے پانی ذخیرہ کرنے کے نظام کو بہتر بنایا جائے اور پانی کی بچت کو یقینی بنایا جائے۔

صوبوں کے درمیان پانی کے اعداد وشمار کا تبادلہ یقینی بنایا جائے تاکہ شکایات کم ہوسکیں۔

پانی کے تحفظ کے حوالے سے عوام کو تعلیم دی جائے تاکہ غیر ضروری پانی کے ضیاع کو روکا جاسکے۔

اگر پاکستان ان حکمت عملی کو اپنائے تو وہ نہ صرف اپنے پانی کے وسائل کو منصفانہ انداز میں سنبھال سکتا ہے بلکہ مستقبل میں پانی کے بحران سے بچ بھی سکتا ہے۔ حالیہ اعلامیہ CCI کے اجلاس جس میں نئی نہروں کے قیام کو تمام صوبوں کی متفقہ رائے آجانے تک موخر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، انتہائی خوش آئند ہے۔

استقامت: مشکل وقت کی تدابیر

عاصمہ ناہید

ماہر نفسیات کنسلٹنٹ سپیشل ایجوکیشن بانی و چیئر پرسن، ہوپ اینڈ لائٹ

زندگی غیر متوقع موڑ اور تبدیلیوں سے بھری ہوئی ہے، اور مشکل وقت کا سامنا کرنا ایک ایسا تجربہ ہے جس کا سامنا ہم سب کو ہوتا ہے۔ چاہے یہ ذاتی ناکامی ہو، پیشہ ورانہ چیلنج ہو، یا سیاسی بحران، ہماری بحال ہونے کی صلاحیت یعنی ایسے وقت میں ہماری مضبوطی اور استقامت ہی اہم کنجی ہے۔ ہمارے ہاں اکثر مضبوطی کو ایک ایسی خصوصیت سمجھا جاتا ہے جو کچھ لوگوں میں قدرتی طور پر ہوتی ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک مہارت سکل ہے جسے ارادے اور مشق کے ذریعے بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس مضمون میں، ہم ثابت قدمی اور ہمت پیدا کرنے کے لیے منفرد اور جدید حکمت عملیوں کا جائزہ لیں گے، جو کہ نفسیات اور ذہنی صحت کی تازہ ترین تحقیق سے اخذ کی گئی ہیں۔ یہ تدابیر آپ کو نہ صرف مشکل وقت سے گزرنے میں بلکہ ان کے دوران ترقی کرنے، اور پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور قابل بننے میں مدد دینے کے لیے ہیں۔

1. تخلیقی اظہار میں مشغول ہوں:

پینٹنگ، لکھنے، مٹی کے برتن بنانا، باغبانی، موسیقی، یا رقص جیسی فنکارانہ سرگرمیاں جذبات کو پروسس کرنے اور تناؤ کو کم کرنے کے لیے طاقتور راستے فراہم کر سکتی ہیں۔ تخلیقی اظہار میں مشغول ہونا افراد کو اپنے جذبات کو تعمیری طور پر منظم کرنے، اپنی اندرونی دنیا کی کھوج کرنے، اور اپنے تجربات میں معنی تلاش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ امریکی آرٹ تھراپی ایسوسی ایشن کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ تخلیقی سرگرمیاں کورٹیسول کی سطح کو کم کرنے میں مدد کر سکتی ہیں، جو کہ جسم کا بنیادی تناؤ ہارمون ہے، اور سکون اور آرام کا احساس پیدا کر سکتی ہیں۔

2. ادراک میں لچک:

ادرا کی لچک نئ اور غیر متوقع حالات کے مطابق اپنی سوچ کو ڈھالنے کی صلاحیت کا نام ہے۔ یہ ذہنیت کو تبدیل کرنے اور مسائل کے متبادل حل تلاش کرنے کے بارے میں ہے۔اپنے دماغ کو لچکدار انداز میں سوچنے کی تربیت دے کر جیسے کہ پہیلیاں حل کرنا، اسٹریٹیجک کھیل کھیلنا، بورڈ گیمز جسے برین جیم بھی کہتے ہیں یا مختلف نقطہ نظر پر بحث کرنا آپ ایک زیادہ مضبوط ذہنیت بنا سکتے ہیں۔ جرنل آف ایکسپریمنٹل سائیکالوجی کے ایک مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ادرا کی لچک کی تربیت مسائل حل کرنے کی مہارتوں کو بڑھا سکتی ہے اور دباؤ والی صورتحال میں اضطراب کو کم کرسکتی ہے۔

3.خود کو مستقبل کے آئینے میں دیکھیں:

نل آف ایکسپریمنٹل سائیکالوجی کے ایک مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ادرا کی لچک کی تربیت مسائل حل کرنے کی مہارتوں کو بڑھا سکتی ہے اور دباؤ والی صورتحال میں اضطراب کو کم کرسکتی ہے۔

اپنے مستقبل کے پرسنیلیٹی کا تصور کریں اور اس بات کا تصور کریں کہ آپ موجودہ چیلنجنگ مدت کو کس طرح دیکھنا چاہیں گے۔ یہ تکنیک طویل مدتی سوچ اور ثابت قدمی کی حوصلہ افزائی کر کے مضبوطی پیدا کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔تصور کریں کہ آپ کی مستقبل کی شخصیت موجودہ جدوجہد پر قابو پانے سے کتنی حکمت اور طاقت حاصل کرے گا۔''سائیکولوجیکل سائنس'' کے ایک مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے مستقبل کی ذات کے تصور سے مثبت سوچ اور محرک میں اضافہ ہوتا ہے جو کہ مشکل وقت کو نیویگیٹ کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

4. مختصر نقطۂ آرام:

بڑے وقفے یا ہفتہ وار چھٹی کا انتظار کرنے کے بجائے، دن بھر میں مختصر، آرام کے وقفے شامل کریں۔ یہ وقفے قدرتی ماحول میں پانچ منٹ کی چہل قدمی، مختصر مراقبہ سیشن، یا کچھ لمحوں کی گہری سانس لینے جیسی سادہ چیزیں ہو سکتی ہیں۔ جرنل آف انوائرمنٹل سائیکالوجی میں شائع ہونے والی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ قدرتی ماحول پھولوں پودوں کے ساتھ مختصر بات چیت بھی ذہنی توانائی کو بحال کرسکتی ہے اور تناؤ کو کم کرسکتی ہے، جس سے مجموعی مضبوطی میں اضافہ ہوتا ہے۔

5.انکار کی اہمیت:

مضبوطی پیدا کرنے میں صحت مند حدود کا تعین کرنا اور برن آوٹ سے بچنے کے لیے "نہ" کہنا جاننا بھی شامل ہے۔اس کا مطلب ہے اپنی خیریت کو ترجیح دینا اور پہچاننا کہ آپ کب بہت زیادہ بوجھ لے رہے ہیں۔شرمندگی اور گلٹ کے بغیر "نہ" کہنے کی صلاحیت آپ کی توانائی کو محفوظ رکھ سکتی ہے اور تناؤ کو کم کرسکتی ہے، جس سے آپ مشکلات کا بہتر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جرنل آف آکیوپیشنل ہیلتھ سائیکالوجی کی

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ کام پر اور ذاتی زندگی میں حدود طے کرنے سے تناؤ کو نمایاں طور پر کم کرنے اور مضبوطی میں اضافہ ہوتا ہے۔

.6 نئے معمول کا اضافہ:

ایک روزانہ یا ہفتہ وار عادت یا ritual تخلیق کریں جو استقامت پیدا کرنے والی عادات کو تقویت دے۔ یہ صبح کا معمول ہو سکتا ہے جس میں شکرگزاری کے بارے میں جرنلنگ، ارادے طے کرنا، یا مختصر ذہنی مشق میں مشغول ہونا شامل ہو۔ رسومات ساخت اور پیش گوئی کا احساس پیدا کرتی ہیں، جو کہ غیر یقینی کے وقت کے دوران آرام دہ ہو سکتی ہیں۔ جرنل آف پازیٹیو سائیکالوجی کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مستقل پریکٹسز جذباتی استحکام کو بڑھا سکتی ہیں اور کنٹرول کا احساس فراہم کر سکتی ہیں، جو کہ مضبوطی کے لیے بہت ضروری ہے۔

.7 حقیقت کا مکمل شعوری ادراک:

ریڈیکل ایکسپٹینس میں حقیقت اور facts کو مکمل طور پر اسی طرح قبول کرنا شامل ہے، بغیر اسے تبدیل کرنے یا اس کے خلاف مزاحمت کرنے کی کوشش کے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہار ماننا یا کارروائی نہ کرنا، بلکہ صورت حال کی حقیقت کو تسلیم کرنا اور اس کے خلاف جدوجہد کو چھوڑ دینا ہے۔ ریڈیکل ایکسپٹینس کی مشق کرنے سے غیر ضروری تناؤ کو کم کیا جا سکتا ہے اور آپ کو اپنی توانائی کو اس چیز پر مرکوز کرنے میں مدد مل سکتی ہے جسے آپ تبدیل کر سکتے ہیں۔ * کلینیکل سائیکالوجی ریویو* کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ریڈیکل ایکسپٹینس دائمی تناؤ اور صدمے کا انتظام کرنے کے لیے ایک طاقتور ذریعہ ہے، جو کہ نفسیاتی مضبوطی کو بڑھاتی ہے۔

8.مقصد کا ادراک اور منزل مقصود:

ایسی سرگرمیاں تلاش کریں جو آپ کی اقدار اور جذبات سے ہم آہنگ ہوں۔ مقصد پر مبنی سرگرمیاں — جیسے رضا کارانہ خدمت، رہنمائی، یا کسی بامعنی منصوبے پر کام کرنا مشکل وقت میں تکمیل اور نقطہ نظر کا احساس فراہم کر سکتی ہیں۔ مقصد کا احساس مضبوطی میں اضافے سے منسلک ہے، کیونکہ یہ تناؤ کے منفی اثرات کے خلاف بفر کے طور پر کام کر سکتا ہے اور امید اور حوصلہ پیدا کر سکتا ہے۔ جرنل آف ہیلتھ سائیکالوجی کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مقصد کا مضبوط احساس خاص طور پر مشکل وقت میں اضطراب اور افسردگی کی کم سطح سے منسلک ہے۔

جرنل آف انوائرمنٹل سائیکالوجی میں شائع ہونے والی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ قدرتی ماحول پھولوں پودوں کے ساتھ مختصر بات چیت بھی ذہنی توانائی کو بحال کر سکتی ہے اور تناؤ کو کم کر سکتی ہے، جس سے مجموعی مضبوطی میں اضافہ ہوتا ہے۔

9.جذباتی برجستگی:

جذباتی برجستگی چیلنجوں کا مؤثر طریقے سے جواب دینے کے لیے آپ کے خیالات اور احساسات کے ساتھ لچکدار ہونے کی صلاحیت ہے۔ کسی خاص جذبات یا عقیدے سے سختی سے جڑے رہنے کے بجائے، بغیر کسی فیصلے کے اپنے جذبات کو پہچاننے اور ان کی لیبلنگ کرنے کی مشق کریں۔ اس سے آپ کو مشکل جذبات کو زیادہ مؤثر طریقے سے نیویگیٹ کرنے اور آپ کی ذہنی صحت پر ان کے اثرات کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ڈاکٹر سوسن ڈیوڈ کی کتاب "Emotional Agility" میں تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ جذبات کو قبول کرنا اور سمجھنا انہیں نظر انداز کرنے یا دبانے کے بجائے زیادہ مضبوطی اور فلاح و بہبود کا باعث بن سکتا ہے۔

.10 استقامت اور حوصلہ کی گولک:

ایسی حکمت عملیوں کا ذاتی ڈبہ یا گولک تیار کریں جو آپ کو سٹریس اور مشکلات کا مقابلہ کرنے میں مدد کریں۔ اس میں مخصوص سانس لینے کی تکنیکیں، سپورٹو رابطوں کی فہرست، حوصلہ افزا اقتباسات، یا حتیٰ کہ " آرام اور تفریح کے مقامات" spa بھی شامل ہو سکتا ہے جس میں وہ چیزیں ہوں جو آپ کو سکون فراہم کرتی ہیں (جیسے پسندیدہ کتاب، چائے، کافی، اچھا گیت، غزل یا سٹریس بال)۔ مضبوطی کا ڈبہ مشکل وقت میں ایک سرپیراز کمک فراہم کرتا ہے جس سے آپ کو مینٹل چیلنجز کا سامنا کرنے کی تکنیکوں کو آسانی سے لاگو کرنے میں مدد ملتی ہے جس سے آپ کو ضرورت کے وقت تناؤ کم کرنے کی تکنیکیں آسانی سے اپنانے میں مدد ملتی ہے۔ مضبوطی پر کی جانے والی تحقیق کے مطابق، ذہنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف حکمت عملیوں کا ہونا مشکل وقت کے دوران بہت اہم ہے۔

یاد رکھئے مضبوط ہونا صرف مشکلات کو برداشت کرنے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ زندگی کے ہر چیلنج سے سیکھنے اور بڑھنے کے طرز فکر کے بارے میں ہے۔ تخلیقی اظہار کو اپنانا، صحت مند حدود قائم کرنا، اور ذہنی سکون کی مشق کرنا، جیسی حکمت عملیوں کے ذریعے آپ ایک مضبوط ذہنیت کو فروغ دے سکتے ہیں جو آپ کو مشکلات کا سامنا جرات اور وقار کے ساتھ کرنے کے قابل بناتی ہے۔ یاد رکھیں، مضبوطی کوئی منزل نہیں، بلکہ خود کو دریافت کرنے اور بڑھنے کا ایک مسلسل سفر ہے۔ ایک ہنر ہے ان منفرد تدابیر کو اپنی روزمرہ زندگی میں شامل کر کے، آپ زندگی کے ناگزیر چیلنجوں کا بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں گے، اور رکاوٹوں کو ذاتی ترقی اور اندرونی طاقت کے مواقع میں بدل سکیں گے۔

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	160/-	$-06
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اُردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقوالِ قائد (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-16
9	[illegible] (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادرِ ملت سوانح حیات	اُردو	250/-	$-10
11	مادرِ ملت تصویری البم	اُردو	250/-	$-10
12	پاکستان [illegible] کرافٹس	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرانولوجی 1947ء تا 2006ء (چوہدری)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرانولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چوہدری)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان دستکاریاں	انگریزی	250/-	
16	پاکستان [illegible]	انگریزی	50/-	$-02
17	آئیے پاکستان ایک طائرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان [illegible]	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان [illegible] (پیپر بیک ایڈیشن)	انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی	500/-	$-20
20	[illegible] ایوارڈز	انگریزی	2500/-	$-125
21	[illegible]	انگریزی	60/-	
22	[illegible]	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اُردو	15/-	$-01
27	[illegible] (علامہ اقبال کی شاعری سے انتخاب)	اُردو	100/-	$-04
28	رحمت کا فرشتہ (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہِ نو غالب (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	500/-	$-60
30	ماہِ نو اقبال (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	350/-	$-17
31	ماہِ نو قائداعظم (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	500/-	$-60
32	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	500/-	$-60
33	ماہِ نو احمد فراز (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	500/-	$-60
34	ماہِ نو احمد ندیم قاسمی (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-60
35	ماہِ نو جالب نمبر (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	500/-	$-60
36	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-60
37	ماہِ نو انتخاب [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-60
38	ماہِ نو انتخاب 2018 (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-60
39	ماہِ نو سرسید احمد خان (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-15
40	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	400/-	$-60
41	ماہِ نو (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اُردو	100/-فی شمارہ	
42	ماہِ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اُردو		
43	پاک جمہوریت [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اُردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اُردو	100/-فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اُردو		
46	پاکستان [illegible]	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ، زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد
ریجنل آفس: 291اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔